تحقیق حدیث

مولانا حافظ زبیر علی زئی
مدیر مجلّہ 'الحدیث' حضرو

نماز میں عورت کی امامت؟

اس مسئلے میں علما کرام کا اختلاف ہے کہ کیا عورت نماز میں عورتوں کی امام بن سکتی ہے یا نہیں؟ ایک گروہ اس کے جواز کا قائل ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ

وکان رسول الله ﷺ یزورها في بیتها وجعل لها مؤذنا یؤذن لها وأمرها أن تؤم أهل دارها (سنن ابو داود، کتاب الصلوۃ، باب إمامة النساء ح ۵۹۲ وعنه البیهقي في الخلافیات قلمی ص۴ب)

"رسول اللہ ﷺ اُن (امّ ورقہؓ) کی ملاقات کے لئے اُن کے گھر جاتے، آپؐ نے اُن کے لئے اذان دینے کے لئے ایک مؤذن مقرر کیا تھا اور آپ ﷺ نے انہیں (اُمّ ورقہؓ) کو حکم دیا تھا کہ اپنے گھر (یا قبیلے، محلے) والیوں کو (فرض) نماز پڑھائیں۔"

◉ اس حدیث کا بنیادی راوی ولید بن عبداللہ بن جمیع 'صدوق، حسن الحدیث' ہے (تحریر تقریب التہذیب: ۷۴۳۲) یہ صحیح مسلم وغیرہ کا راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہے لہٰذا اس پر جرح مردود ہے۔

◉ ولید کا اُستاد عبدالرحمٰن بن خلاد ابن حبانؒ، ابن خزیمہؒ اور ابن الجارودؒ کے نزدیک ثقہ وصحیح الحدیث ہے، لہٰذا اس پر حالہ مجهول والی جرح مردود ہے۔

◉ لیلیٰ بنت مالک (ولید بن جمیع کی والدہ) کی توثیق ابن خزیمہ اور ابن الجارود نے اس کی حدیث کی تصحیح کرکے کردی ہے لہٰذا اس کی حدیث بھی حسن کے درجہ سے نہیں گرتی۔ نیز ابن خزیمہ (۱۶۷۶) اور ابن الجارود (المُنتقیٰ: ۳۳۳) نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔

حدیث کا مفہوم

اس حدیث کا مفہوم کیا ہے؟ اس کے لئے دو اہم باتیں مدنظر رکھیں:

www.KitaboSunnat.com

اوّل: ایک حدیث کی شرح دیگر احادیث سے ہوتی ہے، اس کے لئے حدیث کی تمام سندوں اور متون کو جمع کرکے مفہوم سمجھا جاتا ہے۔

دوم: سلف صالحین (محدثین کرام، راویانِ حدیث) نے حدیث کی جو تفسیر اور مفہوم بیان کیا ہوتا ہے، اسے ہمیشہ مدنظر رکھا جاتا ہے، بشرطیکہ سلف کے مابین اس مفہوم پر اختلاف نہ ہو۔

اُمّ ورقہؓ والی حدیث پر امام ابن خزیمہؒ (متوفی ۳۱۱ھ) نے درج ذیل باب باندھا ہے:

"باب إمامة المرأة النساء في الفريضة" (صحیح ابن خزیمہ ۳/۸۹ ح ۱۶۷۶)

امام ابوبکر بن منذر نیسابوریؒ (متوفی ۳۱۸ھ) فرماتے ہیں:

"ذكر إمامة المرأة النساء في الصلوات المكتوبة"

(الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف: ۴/۲۲۶)

ان دونوں محدثین کرام کی تبویب سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں أهل دارها سے مراد عورتیں ہیں، مرد نہیں۔ محدثین کرام میں اس تبویب پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔

☜ امام ابوالحسن دارقطنیؒ (متوفی ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں:

حدثنا أحمد بن العباس البغوي: ثنا عمر بن شبه: (ثنا) أبو أحمد الزبيري: نا الوليد بن جميع عن أمه عن أم ورقة أن رسول الله ﷺ أذن لها أن يؤذن لها و يقام وتؤم نساء ها (سنن الدارقطني: ۱/۲۷۹ ح ۱۰۷۱ وسنده حسن، وعنه ابن الجوزي في التحقيق مع التنقيح: ۱/۲۵۳ ح ۴۲۴ وضعفه، دوسرا نسخہ: ۱/۳۱۳ ح ۳۸۷، اتحاف المهرة لابن حجر: ۱۸/۳۲۳)

''بے شک رسول اللہ ﷺ نے اُمّ ورقہؓ کو اس کی اجازت دی تھی کہ اُن کے لئے اذان اور اقامت کہی جائے اور وہ اپنے (گھر، محلے کی) عورتوں کی (نماز میں) امامت کرائیں۔''

◉ اس روایت کی سند حسن ہے اور اس پر ابن جوزیؒ کی جرح غلط ہے۔ ابو احمد محمد بن عبداللہ بن الزبیر زبیری صحاحِ ستہ کا راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ ہے، لہٰذا صحیح الحدیث ہے۔

امام یحییٰ بن معین نے کہا: ثقة، ابوزرعہ رازیؒ نے کہا: صدوق، ابوحاتم رازی نے کہا: حافظ للحديث عابد مجتهد له أوهام (الجرح والتعدیل: ۷/۲۹۷)

◉ عمر بن شبہ: صدو ق له تصانيف (تقریب التہذیب: ۴۹۱۸) بلکہ ثقہ ہے (تحریر

www.KitaboSunnat.com

تقریب التہذیب: ۳/۷۵)، حافظ ذہبی نے کہا: ثقہ ہے (الکاشف: ۲/۲۷۲)

◉ احمد بن العباس بغوی: ثقہ ہے۔ (تاریخ بغداد: ۴/۳۲۹ ت ۲۱۴۴)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ سند حسن لذاتہ ہے۔ اس صحیح روایت نے اس بات کا قطعی فیصلہ کر دیا کہ "أهل دارها" سے مراد امّ ورقہؓ کے گھر اور محلے قبیلے کی عورتیں ہیں، مرد مراد نہیں ہیں۔

کیا یہ الفاظ امام دارقطنی کے ہیں؟

یہاں یہ بات حیرت انگیز ہے کہ اشراق کے مقالہ نگار پروفیسر خورشید عالم لکھتے ہیں:

"یہ دارقطنی کے اپنے الفاظ ہیں، حدیث کے الفاظ نہیں، یہ ان کی اپنی رائے ہے۔ سنن دارقطنی کے علاوہ حدیث کی کسی کتاب میں یہ اضافہ نہیں، اس لئے اس اضافے کو بطورِ دلیل پیش نہیں کیا جاسکتا۔" (اشراق: مئی ۲۰۰۵ء ص ۳۸، ۳۹)

حالانکہ آپ نے ابھی پڑھ لیا ہے کہ یہ حدیث کے الفاظ ہیں، دارقطنی کے اپنے الفاظ نہیں ہیں بلکہ راویوں کی بیان کردہ روایت کے الفاظ ہیں۔ اُنہیں امام دارقطنیؒ کی 'اپنی رائے' کہنا غلط ہے۔ جن لوگوں کو روایت اور رائے میں فرق معلوم نہیں ہے وہ کس لئے مضامین لکھ کر اُمتِ مسلمہ میں اختلاف و انتشار پھیلانا چاہتے ہیں؟

رہا یہ مسئلہ کہ یہ الفاظ سنن دارقطنی کے علاوہ حدیث کی کسی دوسری کتاب میں نہیں ہیں تو عرض ہے کہ امام دارقطنی ثقہ و قابل اعتماد امام ہیں۔ شیخ الاسلام ابوطیب طاہر بن عبداللہ طبری (متوفی ۴۵۰ھ) نے کہا: كان الدارقطني أمير المؤمنين في الحديث

(تاریخ بغداد: ۱۲/۳۶ ت ۶۴۰۴)

خطیب بغدادیؒ (متوفی ۴۶۳ھ) نے کہا:

وكان فريد عصره و قريع دهره و نسيج وحده و إمام وقته، انتهى إليه علم الأثر والمعرفة بعلل الحديث وأسماء الرجال وأحوال الرواة مع الصدق والأمانة والفقه والعدالة [وفي تاريخ دمشق عن الخطيب قال: والثقة والعدالة:٤٦/ ٦٧] وقبول الشهادة وصحة الاعتقاد وسلامة

www.KitaboSunnat.com

المذهب (تاریخ بغداد: ۳۴/۱۲ ت ۶۴۰۴)

''وہ نابغہ روزگار اور اپنے وقت کا امام تھا۔علم حدیث اور علل حدیث،اسماء الرجال اور راویوں کے حالات کی پہچان اس پر ختم تھی اور اسکے ساتھ ساتھ وہ صدق وامانت،فقہ،ثقاہت وعدالت میں بھی باکمال تھا۔نیز وہ صحیح العقیدہ اور صحیح المذہب اور گواہی میں معتبر آدمی تھا۔''

حافظ ذہبیؒ نے فرمایا: الإمام الحافظ المجود، شیخ الاسلام علم الجهابذة (سیر أعلام النبلاء: ۴۴۹/۱۶)

اس جلیل القدر امام پر متاخر حنفی فقیہ محمود بن احمد عینی (متوفی ۸۵۵ھ) کی جرح مردود ہے، حتی کہ عبدالحئ لکھنوی حنفی اس عینی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

ولولم يكن فيه رائحة التعصب المذهبي لكان أجود وأجود (الفوائد البهية: ص ۲۰۸)

''اگر اس میں مذہبی (یعنی حنفی) تعصب کی بو نہ ہوتی تو بہت ہی اچھا ہوتا۔''

نوٹ: امام دارقطنیؒ تدلیس کے الزام سے بھی بری ہیں، دیکھئے: میری کتاب الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين (۱/۱۹)

جب حدیث نے بذاتِ خود حدیث کا مفہوم متعین کردیا ہے اور محدثین کرام بھی اس حدیث سے عورت کا عورتوں کی امامت کرانا ہی سمجھ رہے ہیں تو پھر لغت اور الفاظ کے ہیر پھیر کی مدد سے عورتوں کو مردوں کا امام بنا دینا کس عدالت کا انصاف ہے؟

ابن قدامہ لکھتے ہیں: وهذا زيادة يجب قبولها اور اس (نساء ها) کے اضافہ کو قبول کرنا واجب ہے۔ (المغنی: ۱۶/۲ م ۱۱۴۰)

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ آثارِ سلف صالحین سے صرف عورت کا عورتوں کی امامت کرانا ہی ثابت ہوتا ہے۔عورت کا مردوں کی امامت کرانا یہ کسی اثر سے ثابت نہیں ہے۔

چنانچہ ريطه الحنفية (قال العجلي: كوفية تابعية ثقة) سے روایت ہے کہ

أمتنا عائشة فقامت بينهن في الصلوٰة المكتوبة (سنن الدارقطني: ۴۰۴/۱ ح ۱۴۹۲ وسنده حسن، وقال النيموي في آثار السنن: ۵۱۴ وإسناده صحيح وانظر: كتابي أنوار السنن في تحقيق آثار السنن ق ۱۰۳)

www.KitaboSunnat.com

''ہمیں عائشہؓ نے فرض نماز پڑھائی تو آپ عورتوں کے درمیان میں کھڑی ہوئیں۔''

مشہور تابعی امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ

تؤم المرأة النساء في صلوٰة رمضان تقوم معهن في صفهن (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹/۲ ح ۴۹۵۵ وسنده صحيح، عنعنة هيثم عن حصين محمولة على السماع، انظر شرح علل الترمذي لابن رجب: ۵۶۲/۲ والفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين لراقم الحروف: ۱۱۱/۳)

''عورت عورتوں کو رمضان کی نماز پڑھائے تو وہ ان کے ساتھ صف میں کھڑی ہوجائے۔''

ابن جریجؒ نے کہا: تؤم المرأة النساء من غير أن تخرج أمامهن ولكن تحاذي بهن في المكتوبة والتطوع'' (مصنف عبدالرزاق: ۱۴۰/۳ ح ۵۰۸۰ وسندہ صحیح)

''عورت جب عورتوں کی امامت کرائے گی تو وہ آگے کھڑی نہیں ہوگی بلکہ ان کے برابر (صف میں ہی) کھڑی ہوکر فرض ونفل پڑھائے گی۔''

معمر بن راشد نے کہا: تؤم المرأة النساء في رمضان وتقوم معهن في الصف (مصنف عبدالرزاق: ۱۴۰/۳ ح ۵۰۸۵ وسندہ صحیح)

''عورت عورتوں کو رمضان میں نماز پڑھائے اور وہ اُن کے ساتھ صف میں کھڑی ہو۔''

معلوم ہوا کہ اس پر سلف صالحین کا اجماع ہے کہ عورت جب عورتوں کو نماز پڑھائے گی تو صف سے آگے نہیں بلکہ صف میں ہی ان کے ساتھ برابر کھڑی ہوکر نماز پڑھائے گی۔ مجھے ایسا ایک حوالہ بھی باسند صحیح نہیں ملا جس سے یہ ثابت ہو کہ سلف صالحین کے سنہری دور میں کسی عورت نے مردوں کو نماز پڑھائی ہو یا کوئی مستند عالم اس کے جواز کا قائل ہو۔

ابن رشد (م ۵۱۵ھ) وغیرہ بعض متاخرین نے بغیر کسی سند وثبوت کے یہ لکھا ہے کہ ابوثور (ابراہیم بن خالد، متوفی ۲۴۰ھ) اور (محمد بن جریر) طبری، متوفی ۳۱۰ھ اس بات کے قائل ہیں کہ عورت مردوں کو نماز پڑھا سکتی ہے۔ (دیکھئے بداية المجتهد: ج۱/ص ۱۴۵، المغنی فی فقہ الامام احمد: ۱۵/۲ مسئلہ: ۱۱۴۰) چونکہ یہ حوالے بے سند ہیں، لہٰذا غیر معتبر ہیں۔

نتیجہ تحقیق: عورت کا نماز میں عورتوں کی امامت کرانا جائز ہے مگر وہ مردوں کی امام نہیں بن سکتی۔ وما علينا الا البلاغ

www.KitaboSunnat.com